سلسلۂ مطبوعات مجلس
۲۳۴

عالمِ عربی کے لئے سب سے بڑا خطرہ

عربوں کی اسلام سے وابستگی اور رشتہ کو توڑنے کے لئے
خطرناک سازشیں اور کوششیں

ایک تاریخی مطالعہ و جائزہ
ایک انتباہ

از

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

طبع اوّل

۱۴۱۱ھ — ۱۹۹۱ء

کتابت ——— ظہیر احمد کاکوروی

طباعت ——— لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس (آفسٹ)

صفحات ——— ۳۲

قیمت ———

باہتمام

محمد غیاث الدین ندوی

طابع وناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

(ندوۃ العلماء)

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست عناوین

"عالمِ عربی کے لئے سب سے بڑا خطرہ"

پیش لفظ	۵
عالمِ عربی کے لئے سب سے بڑا خطرہ ـــ عربوں کا انتخاب اور اس کی حکمت	۱۱
عرب اور اسلام کا لافانی رشتہ اور اس کے انتظامات	۱۲
تحریک قومیت کے قائد عیسائی فضلاء	۱۳
قومیت کے مغربی مفہوم کی عربوں میں مقبولیت	۱۳
عرب قومیت کی تحریک، مشرقِ وسطیٰ کے عیسائیوں کی گہری سازش	۱۵
عرب قومیت کی مخالفت کا اصل سبب اور محرّک	۱۸
ماضی میں اسلام سے عربوں کا رشتہ توڑنے کی کوششیں اور ان کی ناکامی	۲۱

www.abulhasanalinadwi.org

محمدِ عربی سے ہے عالمِ عربی

یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس اُمّت کو — وصالِ مصطفوی افتراقِ بولہبی
نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا — محمدِ عربی سے ہے عالمِ عربی

(علامہ محمد اقبال)

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

یوں تو عالم اسلام میں جہاں جہاں قوم پرستی کی تحریک اٹھی اس نے ایک فلسفۂ نظام اور ایک نئے مذہب کی شکل اختیار کی، وہ اسلام کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی، اور تقریباً انسانی زندگی کے اس پورے رقبہ پر قبضہ کرنا چاہتی تھی، جس پر عرصہ سے اسلام حکومت کر رہا تھا، اس کے اندر عقائد، اخلاقیات، جذبات، محبّت ونفرت، وابستگی وناوابستگی اور جوش وخروش، غرض وہ تمام عناصر واجزاء شامل تھے، جن کو آسمانی مذاہب صرف اپنا حق سمجھتے ہیں، اس لئے دین کا صحیح فہم اور دین سے محبت رکھنے والوں نے اس کو اپنا رقیب وحریف سمجھا، اُن کو اس تحریک کی ترقی سے وحدتِ اسلامی پارہ پارہ ہوتی اور الحاد ولادینیت پھلتی پھولتی نظر آئی، اور انھوں نے اس کی مخالفت کو اپنا فرض سمجھا، اس میں ترکی وایران اور کُرد و افغان کی قومیت اور نیشنلزم کی تحریکیں ایک ہی حیثیت رکھتی ہیں، اس لئے وہاں کے تمام راسخ العقیدہ اور صحیح الخیال مسلمانوں نے اُن کی مخالفت کی اور ان تمام "بتانِ رنگ وبو" کو توڑ کر "اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ

www.abulhasanalinadwi.org

فَاعْبُدُوْنِ ۝[1]" (یہ ہے تمھارا طریقہ کہ جس پر تم کو رہنا واجب ہے، وہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمھارا ربِّ حقیقی ہوں، سو تم میری عبادت کیا کرو) کا نعرہ لگایا۔

لیکن قومیتِ عربیہ اور عرب نیشنلزم کا معاملہ اُن سب سے جُدا تھا، اگر تُرک وایرانی اور کُردی و افغانی ایک مسلمان مِلّت کا انحراف تھا، تو عرب نہ صرف ایک مِلّت بلکہ دعوتِ اسلامی کا سرچشمہ اور اس کے اوّلین داعی اور نقیب تھے، اُن کا ملک اسلام کا منبع بھی تھا امن بھی اور منتہا بھی، اُن کا قوم پرستی کا داعی بننا، اور عالم گیر اسلامی دعوت کے حامل بننے کے بجائے اپنی محدود قومیت اور " عروبہ " اور " البعث العربی " کا علمبردار بن جانا ایک اہم تاریخی حادثہ تھا، اگر دوسری قوموں کی گمراہی اُن قوموں کا انحراف تھا، تو عربوں کی گمراہی ایک تحریف، اس لئے عالمِ اسلام میں جتنی بے چینی محسوس کی جائے، جس تشویش کا اظہار کیا جائے، اور دین کے فکرمندوں اور دردمندوں کا خواب و خور حرام ہو جائے کچھ بے جا نہیں۔

لیکن اس کے برعکس اس واقعۂ ہائلہ کی بہت کم اہمیت محسوس کی گئی اور دینی حلقوں کا وہی حال ہے جس کی چھٹی صدی ہجری میں حکیم سنائی غزنویؒ نے شکایت کی تھی ؎

گرفتہ چینیاں احرام و مکّی خفتہ در بطحا

دینی حلقوں میں یہ تشویش اور اضطراب کیوں محسوس نہیں کیا جاتا، اور جو لوگ کسی معمولی سی گمراہی تک کو بھی برداشت نہیں کر سکتے وہ اتنی بڑی گمراہی کیسے برداشت کر لیتے ہیں، بلکہ بعض اوقات اس گمراہی کے علمبرداروں[2] کو سراہتے اور ان کی

---

[1] سورۃ الانبیاء - ٩٢ [2] مثلاً قدیم ایام میں کمال اتاترک، جمال عبدالناصر، اور حال میں عراقی قائد صدام حسین۔

www.abulhasanalinadwi.org

تعریف کرنے سے بھی باز نہیں رہتے۔

اس کے دو بڑے سبب ہیں، ایک تو یہ کہ قومیتِ عربیہ کے علمبرداروں کے حقیقی خیالات وجذبات کا ان حضرات کو بہت کم علم ہونے پاتا ہے، ہندوستان اور پاکستان میں بہت کم ایسے لوگ ہیں جنھوں نے قومیتِ عربیہ کا مستند لٹریچر پڑھا ہے، اور وہاں کے رسائل واخبارات اور اس تحریک کے زعماء وابطال (HEROES) کی وہ تقریریں اُن کی نظر سے گذرتی رہتی ہیں، جو ان کے اصلی خیالات کی ترجمان ہیں، اس لئے ان حضرات کی معلومات بہت سرسری اور سطحی اور زیادہ تر سیاسی بیانات تک محدود ہیں، اس لئے اگر وہ اُن کے متعلق صحیح رائے قائم نہیں کر سکے اور اُن کے دل میں (جو یقیناً اسلام کی محبّت وحمیّت سے معمور ہیں) کوئی خلش اور بے چینی نہیں پیدا ہوئی تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، اُن کو یہ معلوم نہیں کہ قومیتِ عربیہ کا معاملہ کہاں تک پہونچ چکا ہے، اس کے حقیقی نشانے کیا ہیں، اس کے اندر الحاد ولادینیت کا عُنصر کس قدر شامل ہو چکا ہے، مشرقِ وسطیٰ کے وہ تعلیم یافتہ نوجوان جو اس لٹریچر سے متأثر اور اس کے علمبرداروں کے گرویدہ ہیں، اُن کے زبان وقلم سے کن خیالات کا اظہار ہوتا ہے "وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَرُ" (اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں، وہ اس سے شدید تر ہے۔)

دوسرا سبب کسی مغربی طاقت (امریکہ، برطانیہ) کو محض ترچھی نگاہ سے دیکھ لینا، یا مقابلہ کے لئے انگلی کا اشارہ کر دینا، یا اسرائیل کے بارہ میں اور فلسطین کو آزاد کرانے کے لئے کسی ارادہ یا اقدام کا زبانی اظہار، یہ وہ کمالات اور سامان "کفّارۂ سیّئات" ہے، جو ان مغربی طاقتوں کی پچھلی اور موجودہ تصویر اور اسلامی ممالک کے ساتھ اُن کے روّیہ کے پس منظر میں اور اسرائیل کے مقابلہ میں کسی اسلامی وعرب ملک اور قیادت کے

www.abulhasanalinadwi.org

پُرعزم اور سنجیدہ اقدام کے برسوں سے نہ ہونے کی بنا پر ان قوم پرست عرب قائدین اور "البعث العربی" جیسی ملحدانہ تحریک اور پارٹی کے رہنماؤں اور کسی ملک کے سربراہوں کے تمام عیوب کو چھپانے اور اسلام سے نہ صرف بے نیازی بلکہ اُمّتِ عربیہ اور ممالکِ عربیہ کا اسلام سے رشتہ توڑنے اور اس کو جاہلیتِ اولیٰ کی طرف منصوبہ بند طریقہ پر لے جانے، اسلامی عقائد و فرائض سے بے نیازی، بلکہ ان کی تحقیر و استخفاف کے جرم کو بھی معاف کرنے اور ان کو مسلمانوں اور عربوں کا نجات دہندہ سمجھنے پر آمادہ کر دیتا ہے، عوام تو عوام خواص کی ایک بڑی تعداد اُن کی حمایت و تائید میں نعرے لگانے لگتی ہے، اور ان اشخاص اور جماعتوں کو بھی نشانۂ ملامت بنا لیتی ہے، جو حقیقتِ حال سے واقف اور ان قوم پرست اور "بعثی" رہنماؤں کے ماضی، اُن کے مقاصد و عزائم سے آگاہ ہیں، اور جانتے ہیں کہ وہ صلیبی سازش کا شکار ہیں، اور عربوں کا رشتہ اسلام سے توڑ کر جاہلیتِ قدیمہ اور قومیتِ عربیہ سے جوڑنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔

لیکن یہ حضراتِ ناقدین جس گروہ کے نمائندہ ہیں، اس کا ہمیشہ سے یہ شعار رہا ہے کہ اس نے دینی نقصان اور دینی تحریف کا لحاظ مادّی کامیابیوں سے زیادہ کیا ہے، اور اگر دین کو نقصان پہونچا کر کوئی نئی سلطنت بھی ملی ہے تو اس کو انھوں نے کامیابی نہیں سمجھا ہے، فقہائے اُمّت اور اہلِ عزیمت کی پوری تاریخ اسی دینی مزاج اور اسی دینی نقطۂ نظر کی مثالوں سے پُر ہے، اور اگر یہ نہ ہوتا تو یہ دین عیسائیت کی طرح اور یہ مِلّت بعض دوسری مذہبی اقوام کی طرح کب کی مسخ ہو چکی ہوتی، لیکن ان علمائے حق کی بدولت جنھوں نے ہر دور میں "کونوا

www.abulhasanalinadwi.org

قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ" کے فرمان پر عمل کیا، اور "کلمۃ حقٍ عند سلطانٍ جائرٍ" کے جہادِ اکبر کی سعادت حاصل کرتے رہے، یہ دین و ملّت ہر تحریف سے محفوظ رہے۔

راقم کو ان قوم پرست تحریکوں کا عربوں کا (جو اسلام کا اصل سرمایہ اور اسلامی دعوت کے اوّلین اور عالمی و دائمی داعی ہیں، اور اُن کو اس کا سب سے پُرجوش اور قابلِ تقلید نمونہ ہونا چاہیئے) اسلام سے رشتہ توڑنے والے منصوبوں، نقشوں اور لٹریچر کے براہ راست مطالعہ اور ان ملکوں میں بار بار آنے جانے، طویل قیام کرنے اور ہر طبقہ سے واقف ہونے کا براہ راست موقعہ ملا، اور یہ موضوع عرصہ تک اس کی خصوصی دلچسپی اور توجّہ کا مرکز رہا ہے، اس موقعہ پر کہ عراقی، بعثی اشتراکی قائد صدّام حسین کے میدانِ قیادت میں آنے، اُن کے بلند بانگ دعووں اور عزم و جرأت کے اظہار نے، پھر بہت سے ممالک کے مسلمانوں بالخصوص نوجوانوں میں اُن کی تائید و حمایت کا جوش پیدا کر دیا ہے، اور وہ کسی فکر و مطالعہ اور واقفیت پر مبنی نہیں، ایک بھرے ہوئے پیالہ کا سرجوش اور ہانڈی کا اُبال ہے، راقم نے اپنا فرض سمجھا کہ اپنے ان بعض عربی مضامین کا خلاصہ اور تاریخی مطالعہ کا حاصل پیش کر دے، جو ان تحریکات، ان کے پس منظر و محرّکات اور ان کے نتائج کے (اگر خدانخواستہ وہ وجود میں آئے) دیانت دارانہ جائزہ پر مشتمل ہے، امید ہے کہ موجودہ بحرانی کیفیت میں بھی اس کا حقیقت پسندانہ مطالعہ کرنے کے لئے وقت نکال لیا جائے گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

وما التوفیق الا من عند اللہ۔

ابوالحسن علی ندوی

۱۵ رجب سنہ ۱۴۱۱ھ

یکم فروری سنہ ۱۹۹۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

عالمِ عربی کے لئے سب سے بڑا خطرہ

عربوں کا انتخاب اور اس کی حکمت

اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اوّلین قیادت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اقوامِ عالم میں عربوں کو منتخب فرمایا اور جس طرح بنی اسرائیل کے لئے فرمایا گیا تھا "وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ"[1] (اور بے شک ہم نے اپنے علم کی بنا پر اقوامِ عالم میں سے ان کا انتخاب کیا) اسی طرح نبیؐ عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ارشاد ہوا: "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ"[2] (اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کے سپرد کرے اپنی پیغامبری)

اس انتخاب کے وجوہ اور اسباب کیا تھے، اور وہ کیا صفات و خصوصیات تھیں جن کی بنا پر عربوں کو یہ شرف بخشا گیا، یہ عرصہ سے محققین اور اہلِ نظر کا موضوع چلا آرہا ہے[3]، اور حق یہ ہے کہ دورِ اوّل کے عربوں نے اسلام کے مزاج کو سمجھنے اس کی تعلیمات کو صحیح اور مکمل طریقہ پر اخذ کرنے، اس کے خلاف ہر چیز سے بے تعلقی اور کنارہ کشی

---

[1] سورۃ الدخان - ۳۲ [2] سورۃ الانعام - ۱۲۵

[3] مثال کے طور پر ملاحظہ ہو "سیرت النبی" جلد اول از علامہ شبلی نعمانی و "نبیؐ رحمت" از راقم، ص ۵۹-۲ (طبع سوم)

www.abulhasanalinadwi.org

اختیار کرنے، اسلام کی اشاعت کے لئے اپنے بے مثال جوش اور بے نظیر قربانی، اس کی روح اور اس کی نفسیات کی حفاظت میں غیر معمولی احتیاط اور امانت داری اور عقلوں کو مطمئن کرنے اور قلوب کو مسخر کرنے میں حیرت انگیز کامیابیوں سے اس انتخاب کے لئے اپنی اہلیت اور استحقاق کو پوری طرح ثابت کر دیا۔

عرب اور اسلام کا لافانی رشتہ اور اس کے انتظامات

اللہ تعالیٰ نے عربوں اور اسلام کے درمیان ایک غیر قانونی رشتہ قائم کر دیا اور ہر ایک کے مستقبل کو دوسرے سے وابستہ فرما دیا، اب عربوں کو اسلام کے سوا کسی اور چیز سے عزت و سرفرازی حاصل نہیں ہو سکتی، اور اسلام اپنی صحیح شکل و صورت، اور پورے اعتدال و توازن کے ساتھ اسی وقت تک ظاہر ہوا جب تک عرب اس دعوت کے حامل اور علم بردار رہے۔

عربوں اور اسلام کے درمیان اس رشتہ کی استواری اور پائیداری کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بہت خیال اور اہتمام تھا، آپ نے جزیرۃ العرب کو اسی مقصد سے اس کا ابدی مرکز اور پایۂ تخت بنایا اور اس بات کی پوری فکر کی کہ وہاں امن و سکون کی فضا برقرار رہے اور وہ مضبوطی کے ساتھ اس راستہ پر قائم رہیں، اس لئے کہ دارالسلطنت اور مرکز قیادت کو ہمیشہ انتشار، بے یقینی اور کشمکش سے پاک رہنا چاہئے، اس کے لئے آپؐ نے بہت سے دوررس احکام دیئے، اپنے اصحابِ کرام سے اس کے لئے عہد و پیمان لئے اور بہت سی حکیمانہ وصیتیں فرمائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری وصیت یہ فرمائی تھی کہ "لا یجتمع بجزیرۃ العرب دینان" (جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہ ہوں[1]۔)

تحریکِ قومیت کے قائد عیسائی فضلاء

عربوں میں قومیت کی تحریک کے اوّلین قائد و علم بردار بعض مسیحی فضلاء تھے، جن کا ترکوں سے عقیدہ و مذہب اور اُخوتِ اسلامی کا کوئی رشتہ نہ تھا، وہ اس مغربی ثقافت کے حامل تھے، جس کی بنیاد ہی قومی عظمت و قوم پرستی کے جذبہ پر ہے، اس وقت اس تحریک کے لیڈر ڈاکٹر فارس نمر، شیخ ابراہیم الیازجی اور استاذ نجیب العاذوری لبنانی عیسائی تھے۔

قومیت کے مغربی مفہوم کی عربوں میں مقبولیت

اس کے بعد قومیت کے اس مغربی مفہوم کا زمانہ آیا جو ایک مستقل فکر اور فلسفہ ہے، اور اس میں وہ ساری حمیّت و حرارت اور شعائر و مقدّسات پائے جاتے ہیں جو مذہب کے ساتھ مخصوص ہیں۔

لبنانی مسلمان فاضل علی ناصر الدین اپنی مقبول عام کتاب "قضیّۃ العرب" میں لکھتے ہیں:۔

"عربوں کا مسئلہ ایک مومن آزاد فطرت، عاقل، شریف، صالح صاف دل، خوددار اور بلند نظر عرب کے نزدیک ایمان کے مسئلہ سے کم نہیں،

---

[1] مسند احمد و اوسط طبرانی۔

www.abulhasanalinadwi.org

وطن پر ایمان وطن کے لئے ٹھیک اسی طرح جس طرح اللہ پر ایمان اللہ کے لئے ہو سکتا ہے، اور بس"

عربوں کے مسئلہ اور اس کے مقاصد و مضمرات کے متعلق لکھتے ہیں :-

"وہ (یعنی عربی قومیت) جہالت، افلاس، بیماری، ظلم و ناانصافی اور ہر قسم کی بے عنوانی اور عصبیتِ عربیہ کے سوا ہر عصبیت کا مقابلہ کرے گی جو دین و سیاست کی تفریق کی قائل ہے، وہ اہلِ دین کو سیاست میں حصہ لینے کی اجازت نہ دے گی، ایک عرب کے لئے اس کی تعلیم یہ ہوگی کہ وہ جہاں بھی ہو دو چیزوں کے لئے پورا تعصب برتے، ایک اپنی قومیت کے لئے، ایک حق و صداقت کے لئے!"

یہی مصنف "العروبۃ" یعنی عربیت کی تشریح کرتے ہوئے صاف اور واضح الفاظ میں کہتا ہے :-

"قومیتِ عربیہ پر راسخ ایمان رکھنے والے ہم عرب قوم پرستوں کے نزدیک "عروبۃ" بجائے خود ایک دین ہے، اس لئے کہ وہ اسلام اور مسیحیت دونوں سے پہلے اس دنیا میں موجود ہے، اگرچہ وہ آسمانی مذاہب کے اخلاق و معاملات اور فضائل کا خود بھی حامل و داعی ہے!"

یہی بات عمر فاخوری نے عرصہ ہوا اپنی کتاب "کیف ینھض العرب؟" (عرب کیسے ترقی کر سکتے ہیں؟) میں کہی تھی :-

"عرب اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتے جب تک کہ عربیت اور عربی اصول ان کا مذہب نہ بن جائے گا، اور وہ اس کے لئے اتنے غیرت مند، حساس اور

www.abulhasanalinadwi.org

پُرجوش نہ ہوں گے جتنے مسلمان نبی کریمؐ کے قرآن مجید کے لئے، عیسائی اور کیتھولک رحم دل مسیحؑ کی انجیل کے لئے، پروٹسٹنٹ لوتھر کی اصلاحی تعلیمات کے لئے اور فرانس کے انقلابی روسو کے جمہوری اصولوں کے لئے ہیں اور اس کے لئے ایسا تعصّب نہ برتیں گے جس کا مظاہرہ سینٹ پیٹر کی دعوت پر صلیبیوں نے کیا تھا!"

عرب قومیت کی تحریک مشرقِ وسطیٰ کے عیسائیوں کی گہری سازش

درحقیقت عرب مسلمان مشرقِ وسطیٰ کی اس چھوٹی سی مگر زیرک، ہوش مند، غیر مسلم اقلیّت کی سازش کا شکار ہوئے ہیں، جس کا مستقبل صرف عربی قومیت کی بقا و ترقی سے وابستہ ہے اور جو صرف اسی راستہ سے عالمِ عربی کی قیادت حاصل کر سکتی ہے، اور اس کو اس عالمِ اسلام سے منقطع کر سکتی ہے، جس کا اس اقلیّت کے ساتھ دینی عقائد اور تاریخ کا کوئی رشتہ نہیں ہے، اس بات کو سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ میشیل عفلق[1] جو عیسائی ہیں، بعث پارٹی کے سربراہ اور مشرقِ وسطیٰ میں عرب قوم پرستی کی تحریک کے سب سے بڑے فلسفی اور مفکّر مانے جاتے ہیں۔

غیر مسلم مُفکّرین نے اس فلسفۂ قومیت کو جس چابک دستی اور ذہانت سے

---

[1] پروفیسر میشیل عفلق بعث پارٹی کے بانی اور سربراہ تھے، وہ اصلاً شامی عیسائی تھے، مگر عمر کے آخری حصہ میں وہ عراق منتقل ہو گئے یا بلا لئے گئے، اور احترام و اعتماد کے ساتھ رہے، ان کی موت سے پہلے اسلام قبول کرنے کی روایت غالباً سیاسی مصلحت سے مشہور کی گئی، بقول ایک عرب فاضل کے کہ:

"وہ انتقال کے بعد مسلمان ہوئے۔"

www.abulhasanalinadwi.org

مرتب کیا ہے، اور اس میں جس طرح علمی (سائنٹفک) انداز فکر پیدا کیا گیا ہے، اور اس میں ایک عرب تعلیم یافتہ نوجوان کے لئے (جو احساس برتری کے نشہ سے سرشار ہے) جو کشش پائی جاتی ہے، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے ہوگا، جو میشیل عفلق کی کتاب "فی سبیل البعث"[1] سے اخذ کئے گئے ہیں، جس کو اس تحریک و دعوت کا صحیفہ کہنا صحیح ہوگا۔

"اسلام کو فتح یاب اور غالب ہونے میں جو اتنی تاخیر ہوئی وہ دراصل اس وجہ سے تھی کہ عرب اپنی ذاتی کوشش اور جد و جہد اور خود اپنے وجود اور دنیا کے باہمی تجربات اور امتحانات کے نتیجہ میں اور بہت سی آزمائشوں اور تکلیفوں، امید و ناامیدی، اور کامیابی و ناکامی کے بعد حقیقت تک پہونچ جائیں، یعنی ایمان خود ان کے اندر سے پیدا ہو، اور وہ ایمان تجربہ سے ملا ہو، زندگی کی گہرائیوں سے وابستہ حقیقی ایمان بن سکے، اس لحاظ سے اسلام ایک عربی تحریک تھا، اور اس کے معنی تھے، عربیت کی تجدید و تکمیل۔

اس لئے وہ معنی جس کو اس اہم تاریخی دور میں اور ترقی و تغیر کے اس اہم تاریخی دور میں اسلام آشکارا کر رہا ہے، یہ ہے کہ ساری قوتیں عربوں کی طاقت بڑھانے اور ان کو ترقی دینے پر صرف کی جائیں، اور یہ ساری قوتیں عرب قومیت کے دائرہ کے اندر محصور ہوں"۔

صدر صدام حسین کا تعلق شروع سے مشہور قوم پرست عرب تحریک "البعث العربی" سے رہا ہے، جس کے صدر شامی عیسائی پروفیسر میشیل عفلق مذکور تھے، جنھوں نے زندگی کے

---

[1] اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ مصر کی قومیت عربیہ کے مفکر و زعماء بھی (ان کے خوشہ چیں اور ان کے سامنے طفلِ مکتب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

آخری دن عراق ہی میں گزارے اور وہاں ہی میں اُن کا انتقال ہوا، اس تحریک کا آغاز ۱۹۴۳ء سے ہوا، اور ۱۹۴۷ء میں وہ ارتقاء اور عروج کے مرحلہ پر پہونچی، اس تحریک کا بنیادی مقصد اور فلسفہ یہ ہے کہ "عرب بذات خود ایک وحدت (اکائی) ہیں، ان کے درمیان جو دینی، اعتقادی، ثقافتی اور سیاسی امتیازات ہیں، وہ سب مصنوعی اور عارضی ہیں، جو عرب احساسِ قومیت کی بیداری کے بعد خود بخود زائل ہو جائیں گے، اس تحریک و جماعت کا نعرہ اور دستور العمل ہے کہ "العرب أمۃٌ واحدۃٌ ذات رسالۃ خالدۃ" (عرب ایک مستقل واحد اُمّت ہیں، جو ایک دائمی پیغام رکھتے ہیں) یہ تحریک عربوں کو ماقبل اسلام دور (جاہلیتِ عربیہ) کی طرف لے جانا چاہتی ہے، جب نہ اُن کے پاس نیا دین آیا تھا، اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ نیا پیغام اور شریعت اُن کو ملی تھی، یہ تحریک دورِ جاہلیت کے سورماؤں اور ان مشہور شخصیتوں کو اپنا ہیرو سمجھتی ہے، جن کا عربی جاہلی شاعری اور تاریخ میں عظمت کے ساتھ نام آیا ہے، اور وہ ان پر فخر کرنے اور ان کے نام کو زندہ رکھنے کی تلقین کرتی ہے، اس کے ارکان نے اسلام سے مستغنی ہو کر اپنی زندگی کے لئے ایک نیا اصول اور فلسفۂ حیات وضع کیا ہے، جو آزاد قومیتِ عربیہ اور سیاسی و مادّی اغراض سے میل کھاتا ہے، اس کے پورے دستور میں کہیں اسلام کا نام نہیں آیا، اہلِ نظر اور واقفینِ حال کے نزدیک یہ صلیبی مسیحی تحریک کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ اور عربوں کا رشتہ اسلام سے کاٹنے کی ایک گہری سازش ہے، جس کے اثرات شام کے جیسے شاندار اسلامی تاریخ رکھنے والے ملک میں حافظ الأسد کی موجودہ حکومت کے زیر سایہ (جس کا بعث پارٹی ہی سے تعلق ہے) دیکھے جا سکتے ہیں، جہاں بے تکلف مسجدیں گرائی گئیں، اہلِ دین اور اہلِ علم کو ملک چھوڑ کر باہر جانا پڑا اور

www.abulhasanalinadwi.org

اسلام پسند تحریکوں اور جماعتوں پر پابندی عائد کی گئی، اور اسی کے آثار کویت میں بھی نمایاں ہونے لگے ہیں، اور اسی کا خطرہ ہر اس ملک میں ہے، جو خدانخواستہ اس کے زیر اقتدار ہو جائے۔

میشل عفلق اپنی مشہور کتاب "نضال البعث" میں رقم طراز ہیں:۔

"عرب قوم ایک ثقافتی وحدت ہے اور اس کے فرزندان کے درمیان تمام اختلافات و امتیازات سطحی اور بے اصل ہیں، جو عربی وجدان کی بیداری کے ساتھ خود بخود زائل ہو جائیں گے۔

عرب قوم ایک ابدی پیغام کی حامل ہے جو تاریخ کے مختلف مرحلوں میں بدلتی ہوئی اور پختگی حاصل کرتی ہوئی نئی شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے، اور انسانی اقدار کی تجدید، بنی نوع انسان کی ترقی کی ہمت افزائی، اور اقوام عالم میں تعاون و ہم آہنگی کی ہمت افزائی کرتا ہے[1]"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم ایک عرب قوم ہیں، لیکن بظاہر ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ یہ امت اسلام کی وجہ سے تخلیق کی گئی ہے، اس سے تو پسماندہ دینی رجعت پرستی کی منطق کو تقویت ملے گی، اور اس کا واضح مطلب یہ ہو گا کہ ہم کسی دینی جماعت کی تشکیل کریں، حالانکہ ہم ایسا کرنا نہیں چاہتے، بلکہ نشاۃ راہ حیات کی تبدیلی اور نئی تعمیر میں عرب سوشلسٹ پارٹی کا اصل طریقہ ہے[2]"

عرب قومیت کی مخالفت کا اصل سبب اور محرک

یہ اندیشہ اور خلش جو بے بنیاد نہیں ہے، اور جس کی معقولیت کا ثبوت اوپر کے

---

[1] نضال البعث۔ میشل عفلق ج۱ ص۱۷۳ [2] فی سبیل البعث ص۲۲۴ میشل عفلق

www.abulhasanalinadwi.org

اقتباسات اور تحریری نمونوں سے ہوا، ان لوگوں کو قومیتِ عربیہ کی تحریک کی مخالفت پر آمادہ کرنی ہے، جو ان تغیرات اور اس کے دور رس نتائج اور اثرات پر نظر رکھتے ہیں، اور جو عربوں کو دعوتِ اسلامی کا رأس المال اور بلادِ عربیہ کو اسلام کا اوّلین سرچشمہ اور آخری پناہ گاہ سمجھتے ہیں، اور قومیت کے اس مغربی مفہوم سے واقف ہیں، جو حقیقت میں دین کا حریف و رقیب، اور الحاد و لادینی کا پیش خیمہ ہے، وہ اس صورتِ حال کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں، اور قدیم ایرانی شاعر کے الفاظ میں پکار اٹھتے ہیں۔

ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

ان سب قومی تحریکوں کے مقابلہ میں کسی عرب قوم کی قوم پرستی کی تحریک زیادہ خطرناک اور زیادہ سنگین نتائج کی حامل اس لئے ہے کہ وہ ان کو قدیم جاہلیت کے احترام اور اپنے اَجداد و اسلاف کی تعظیم و تکریم کی طرف لے جاسکتی ہے، یا کم سے کم اس کی نفرت اور حقارت کو کم کر سکتی ہے، جس کو قرآن نے کُفر کے ایک معیاری دَور کے طور پر پیش کیا ہے، اور جس کی قباحت اور اس کے ساتھ نفرت کو مختلف طریقوں سے اُبھارا ہے۔

قرآن مجید جب کسی عمل، طرزِ فکر اور اخلاقی خرابی کی شناعت و قباحت، اس کا عیب و عار اور ناپسندیدہ ہونا بیان کرنا چاہتا ہے تو اس کی نسبت زمانۂ جاہلیت (عہد ما قبل اسلام) کی طرف کرتا ہے، یہاں پر اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:۔

يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ۔ (سورۃ آل عمران ۱۵۴)	ناحق (ایام) کُفر کے سے گمان کرتے تھے۔
اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ط (سورۃ المائدہ ـ ۵۰)	کیا یہ زمانۂ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں؟

www.abulhasanalinadwi.org

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى ۔ (سورۃ الاحزاب ۔ ۳۳)	اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں، اس طرح زینت نہ دکھاؤ۔
اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ ۔ (سورۃ الفتح ۔ ۲۶)	جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی۔

اس طرح ان صنادید کفر سے بھی نفرت کم ہونے کا اندیشہ ہے جو براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں اور دعوت اسلامی کی مخالفت میں میدان میں آئے اور اس کا نتیجہ زوال ایمان اور ایک طرح کے ارتداد کے سوا اور کچھ نہیں، چنانچہ ادھر کچھ عرصہ سے عرب قوم پرستوں میں یہ رجحان پیدا ہونا جا رہا ہے کہ مسلمان مؤرخوں نے جاہلیت کو ضرورت سے زیادہ بدنام کیا ہے، اس کی طرف سے مدافعت اور اس کی حمایت کا جذبہ کچھ کچھ پیدا ہو چلا ہے، بعض عرب ملکوں کی وزارت تعلیم و تربیت میں اور ان کے تصنیفی حلقوں میں یہ تحریک بھی چل رہی ہے کہ جاہلیت اور العصر الجاھلی کے بجائے عرب قدیم یا ماقبل اسلام کی اصطلاح چلائی جائے، اگر عرب قوم پرستی کی تحریک اسی طرح اپنے ارتقاء کے منازل طے کرتی رہی اور کوئی ردِ عمل نہ ہوا تو وہ دن بھی کچھ دور نہیں کہ ابوجہل اور ابولہب کی طرف سے مدافعت اور وکالت شروع ہو جائے، اور بعض قومی کارناموں اور اعلیٰ عربی صفات کی بناء پر ان کو قومی ہیرو یا عظمائے عرب میں شمار کیا جائے۔

صحیح حدیث میں ایمان کی علامت بتائی گئی تھی کہ کفر کی طرف واپس جانے سے اس طرح بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں، اور اس طرح وحشت اور انقباض طاری ہو،

www.abulhasanalinadwi.org

جیسے آگ میں ڈالے جانے کے تصوّر سے۔[1]

قوم پرستی کی ان تحریکوں سے اور قوم پرست غیر مسلم (مسیحی) رہنماؤں، ادیبوں اور مصنّفین کے اثر سے کفر اور اہلِ کفر سے نفرت برابر کم ہوتی جارہی ہے، اس کی جگہ ان غیر عرب مسلمان ملکوں اور اقوام کی نفرت جگہ لے رہی ہے جو اس قوم پرستی کی مخالف ہیں، یا کسی دوسرے بلاک میں ہیں، قبرص میں صدر ناصر کی مسلمان ترکوں کے مقابلہ میں مسیحی یونانیوں سے ہمدردی اور ان کی فوجی امداد نیز بعض ان افریقی حکومتوں کی تائید نے جنھوں نے بڑی سفّاکی کے ساتھ اپنی مسلم رعایا کو قتل کیا، اور ان کی نسل کُشی کی، اس کو نمایاں طریقہ پر ثابت کردیا ہے۔

ان روشن وجوہ و دلائل کی بناء پر جو اب خطرے اور اندیشہ نہیں رہے، بلکہ واقعات اور حقائق بن گئے، اہلِ علم اور اہلِ فکر کو قومیتِ عربیہ کی تائید یا اس کے کسی قائد کے بارے میں کلمۂ خیر کہنے سے احتیاط کرنی چاہیئے، اور اگر ضرورت ہو تو اس کی تردید اور اس پر تنبیہ کرکے اپنا وہ منصبی فریضہ ادا کرنا چاہیئے جو دین و شریعت کی رُو سے ان پر عائد ہوتا ہے۔

ماضی میں اسلام سے عربوں کا رشتہ توڑنے کی کوششیں اور ان کی ناکامی

۱۔ عربوں کے اسلام سے رشتہ توڑنے کی اور ان کو جاہلیتِ اولیٰ کی طرف واپس کرنے کی کوششیں اور سازشیں تاریخ کا کوئی نیا واقعہ نہیں، پورے جزیرۃ العرب کا (جو اپنی بہت سی کمزوریوں اور اعتقادی و اخلاقی خرابیوں کے ساتھ بڑی قوتِ ارادی، قوتِ عمل اور بہ گری کے صفات کا حامل تھا) ایک ایسے دین کا قائل و حامل بن جانا جو توحیدِ خالص کا داعی، انسانوں کی اندھادھند غلامی (خواہ وہ دنیوی حکام ہوں، دینی پیشوا ہوں، یا مذہب کے

---

[1] ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب الایمان باب ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان۔

www.abulhasanalinadwi.org

خاندانی اجارہ دار) قرب وجوار کے تمام ملکوں اور حکومتوں کے لئے ایک بڑا چیلنج اور خطرہ کا نشان تھا۔

ایسی حالت میں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے رحلت فرمائے ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے، خود جزیرۃ العرب کے مشرقی حصہ میں ارتداد اور اسلام کے ایک رُکنِ عظیم زکوٰۃ کی فرضیت کا یا بیت المال کو حوالگی کا انکار اسی کے ساتھ مدعیانِ نبوت[1] کا ظہور، ایک ایسے دین کے لئے جس کو دنیا میں آئے ہوئے زیادہ دن نہیں گزرے تھے، ایک ایسی آزمائش تھی جس کی نظیر مذاہب وادیان کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے، بہت سے مؤرخین نے اس فتنہ کی خطرناکی اس کی پُرآشوبی، اور اس کے اندر کام کرنے والی طاقتوں اور اس کے داخلی وخارجی روابط کا پورا جائزہ نہیں لیا، اب بعض معاصر مؤرخوں اور تحقیقی کام کرنے والوں نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس فتنہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی دلچسپی اور ان کی رہنمائی وسرپرستی شامل تھی، انھوں نے دیکھا کہ وہ اتنے عرصہ تک جزیرۃ العرب پر کوئی خاص اثر نہیں ڈال سکے، لیکن اسلام سارے جزیرہ پر چھا گیا، اور وہ وہاں کا دینِ ایمان بن گیا جس سے آس پاس کی بازنطینی اور ساسانی سلطنت کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا ہے، انھوں نے اس "فتنۂ ارتداد" کو اپنا آلۂ کار بنانے کی کوشش کی اور اس کی ہمت افزائی کی[2]

لیکن یہ انتظامِ خداوندی اور اس دین کو باقی رکھنے اور دنیا میں پھیلنے کے

---

[1] مثلاً مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ، سجاح، لقیط بن مالک الازدی۔

[2] ملاحظہ ہو جدید تحقیقی کتاب "أثر أهل الكتاب في الفتن والحروب الأهلية في القرن الأول الهجري" (پہلی صدی ہجری کے فتنوں اور اندرونی جنگوں میں اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کا اثر وحصہ) تصنیف ڈاکٹر جمیل عبد اللہ المصری مطبوعہ ۱۹۸۹ء، ص۱۷۲-۱۸۰

www.abulhasanalinadwi.org

فیصلہ کا کرشمہ تھا کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ نے اوّلین خلیفۂ رسول صدّیق اکبر حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب فرمایا، جن کی مثال (جہاں تک ادیان و مذاہب کی تاریخ محفوظ ہے) کسی دین و مذہب کی تاریخ میں نہیں ملتی، اور نہ کسی دوسرے پیغمبر کے (اللہ کا درود و سلام سب پر ہو) ایسے جانشین کا سراغ ملتا ہے' انھوں نے اس کے مقابلہ میں جس عزیمت و قوت کا اظہار فرمایا اور جس ثبات و استقامت کا ثبوت دیا اس کی پوری نمائندگی ان کا یہ فقرہ کرتا ہے جو ایک پوری کتاب کی قائم مقامی اور ان کی نفسیات کی آئینہ داری کرتا ہے' انھوں نے فرمایا "اَیَنْقُصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ" (کیا ایسا ممکن ہے کہ میں زندہ ہوں اور دین میں کتر بیونت کی جائے؟) انھوں نے اس فتنہ کا قلع قمع کر دیا، اور جزیرۃ العرب اور امّتِ عربیہ اس اعتقادی، عملی اور فکری وحدت کی طرف واپس آگئی، جو عہدِ رسالت میں تھی، اور یہ فتنہ اور اس کی تاریخ ایک افسانۂ پارینہ بن گئی، حضرت ابوہریرہؓ نے اس حقیقت کو بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے،

ابو الاعرج حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:۔

"اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں' اگر حضرت ابوبکرؓ خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی"!

اس بات کو انھوں نے دوبارہ سہ بارہ دُہرایا۔[1]

۲۔ فتنۂ ارتداد کے بعد جزیرۃ العرب اور اس سے متّصل اسلامی ملک اور مقاماتِ مقدّسہ کے لئے کوئی خطرہ، کوئی منصوبہ اور سازش اور کوئی عملی اقدام، صلیبی حملہ اور فلسطین و بیت المقدس پر مغربی ملکوں اور طاقتوں کی یورش اور اقتدار سے بڑھ کر

---

[1] البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۶ ص ۳۰۲

www.abulhasanalinadwi.org

نظر نہیں آتا، جو پانچویں صدی ہجری کے آخر (سنہ ۴۹۰ھ) سے شروع ہو کر چھٹی صدی کے آخر (۵۸۳ھ ـ ۱۱۸۷ء) میں ختم ہوا، تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس یورش اور اقدام کا جس میں پورا یورپ اور مسیحی دنیا شریک تھی، نشانہ، صرف مسجد اقصیٰ پر قبضہ اور فلسطین پر اقتدار ہی نہیں تھا، اس کا نشانہ جزیرۃ العرب، حرمین شریفین بھی تھے، اور اس جنگ کے قائدین کی زبان سے مدینۂ طیبہ اور مدفنِ رسولؐ کے بارے میں ایسی نیتوں اور ارادوں کا اظہار ہوتا تھا، جن کو کوئی مسلمان قلم نقل بھی نہیں کر سکتا، پھر فلسطین اور شام اور آس پاس کے ملکوں کا وہ حال تھا کہ وہ اس متحدہ مغربی اقدام اور صلیبی حملے کا مقابلہ کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے تھے، مشہور انگریز مؤرخ اسٹینڈلے لین پول لکھتا ہے:-

> "صلیبی سپاہی ملک میں اس طرح گھسے جیسے کوئی پرانی لکڑی میں بچّر ٹھونکے تھوڑی دیر کو یہی معلوم ہونے لگا کہ درخت اسلام کے تنے کو چیر کر اس کی چھپٹیاں اڑا دیں گے"[۱]

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا مقابلہ کرنے اور نہ صرف شام و فلسطین بلکہ جزیرۃ العرب کو اس وحشیانہ حملہ کا مقابلہ کرنے اور ان ناپاک ارادوں کو ناکام بنانے کے لئے الملک العادل نورالدین زنگی سلطانِ شام کو کھڑا کیا، اور انھوں نے تمام مسلمانوں کی طرف سے صلیبیوں کے اخراج اور بیت المقدس کی بازیافت کے لئے اپنے کو مامور من اللہ سمجھا، اور اس خدمتِ عظیم کو اپنی سب سے بڑی عبادت اور تقرّب الی اللہ کا ذریعہ جانا، انھوں نے اپنے حملوں سے تمام مسیحی ریاستوں پر دھاک بٹھا دی، اور

---

[۱] ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۶ ص ۶۲۷ مضمون CRUSADES

www.abulhasanalinadwi.org

مصر کو صلیبیوں کے اقتدار سے نکال کر عیسائیوں کو دو طرف سے محصور کر لیا۔

لیکن بیت المقدس کی بازیابی اور صلیبیوں کو مکمل شکست دینے کی سعادت اس کے سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبی کی قسمت میں تھی، سلطان نور الدین نے ۵۶۹ھ (۱۱۷۴ء) کو انتقال کیا، اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس عظیم و مقدس مہم کا چارج لیا، سلطان صلاح الدین ایوبی[1] کی ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستقل معجزہ، اور اسلام کی صداقت و ابدیت کی روشن دلیل ہے، اور وہ اس کا مستحق ہے کہ ہر مسلمان اس کا شکر گذار ہو، اور اس کے لئے دعا کرے، وہ گویا اسی کام کے لئے پیدا ہوا تھا، اس کو جہاد کا عشق تھا، وہ اس کے لئے سب سے بڑی لذتِ عیش، اور اس کے روح کی غذا تھی، اس کی دینی حمیت اپنے عروج کو پہونچی ہوئی تھی، اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ جب حِطّین کی فیصلہ کن جنگ کے بعد (جو ۵۸۳ھ ـ ۱۱۸۷ء) کو ہوئی تھی، مفتوح سلاطینِ یورپ اور قائدین اس کے سامنے لائے گئے، اس نے ان کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور خاطر کی، لیکن جب ریجی نالڈ خیمے میں داخل ہوا تو سلطان نے اس سے کہا کہ "سُن میں نے تجھے قتل کرنے کی قسم دو مرتبہ کھائی تھی، ایک مرتبہ تو اس وقت جبکہ تو نے مکہ و مدینہ کے مقدس شہروں پر حملہ کرنا چاہا تھا، دوسری مرتبہ اس وقت

---

[1] سلطان صلاح الدین کے والد کا نام ایوب تھا، اسی نسبت سے سارا خاندان ایوبی کہلاتا ہے، سلطان اور ان کا پورا خاندان نسلاً کُرد ہے، جو مختلف زمانوں میں بلند مرتبہ مجاہد، داعی الی اللہ اور مشائخ و اولیا پیدا کرتا رہا ہے، اس قبیلہ کے کئی لاکھ آدمیوں کو عراقی قائد صدّام حسین نے کیمیاوی اسلحہ اور بموں کے ذریعہ موت کے گھاٹ اتار دیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

جب کہ تو نے دھوکہ اور دغا بازی سے حاجیوں کے قافلہ پر حملہ کیا تھا[1]" یہ کہہ کر صلاح الدینؒ نے تلوار نکالی اور کہا کہ " لو میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقام لیتا ہوں " اور اس کی گردن اڑا دی، اس پر موجود بادشاہ اور قائدین لرز گئے، اس نے ان سے کہا بادشاہوں کا دستور نہیں کہ وہ بادشاہ کو قتل کریں، لیکن اس نے حد سے تجاوز کیا تھا، اب جو کچھ گذر گیا گذر گیا[2]۔

قاضی ابن شدّاد نے لکھا ہے کہ " سلطان کو بیت المقدّس کی ایسی فکر تھی اور اس کے دل پر ایسا بار تھا کہ پہاڑ اس کے متحمّل نہیں تھے[3]"۔

بیت المقدس کی فتح اور حطّین کی ذلّت آمیز شکست سے یورپ میں غیظ وغضب کی آگ پھر بھڑک اٹھی، اور سارا یورپ شام کے چھوٹے سے ملک پر اُبل پڑا جس میں یورپ کے تقریباً تمام مشہور جنگ آزما اور مشہور بادشاہ اور سپہ سالار تھے، قیصر فریڈرک، ریچرڈ شیر دل، شاہان انگلستان، فرانس، صقلیہ، آسٹریلیا، برگنڈی، فلانڈرکے ڈیوک اور نائٹ اپنی آہن پوش فوجوں کے ساتھ اُمنڈ آئے، ان سب کے مقابلہ میں تنہا سلطان صلاح الدین تھا، اور اس کے اعزّہ اور چند حلیف جو پورے عالم اسلام کی طرف سے مدافعت کر رہے تھے، آخر پانچ برس کی

---

[1] سلطان صلاح الدین الیوبیؒ محمد فرید۔ قاضی ابن شداد کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ جب ان بکیس حجّاج نے اس سے انسانیت اور شرافت کی درخواست کی تو اس نے گستاخانہ کہا کہ " اپنے محمد سے کہو کہ تمھیں رہائی دیں " یہ فقرہ صلاح الدین کو پہونچا اور اس نے منّت مانی کہ اگر یہ بے ادب میرے ہاتھ آئے گا تو اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کروں گا۔" ص۱۲۷

[2] سلطان صلاح الدین ص۱۸۸ [3] النوادر السلطانیہ ص۱۳

www.abulhasanalinadwi.org

مسلسل خونریز اور خوں آشام جنگوں کے بعد ۱۱۹۲ء میں دونوں حریفوں میں جو تھک کر چور ہو گئے تھے، صلح ہوئی، بیت المقدس اور مسلمانوں کے مفتوح شہر اور قلعے بدستور ان کے قبضہ میں رہے، سارا ملک سلطان صلاح الدین کے زیر نگین تھا، صلاح الدین نے جو خدمت اپنے ذمہ لی تھی، (اور صحیح تر الفاظ میں جو کام اللہ تعالیٰ نے اس کے سپرد کیا تھا) اس کے ہاتھوں مکمل ہوا، وہ اپنا مقدس فریضہ ادا کر کے اور نہ صرف شام و فلسطین اور جزیرۃ العرب بلکہ عالم اسلام کو صلیبیوں (CRUSADERS) کی غلامی کے خطرہ سے محفوظ کرنے کے بعد ۲۷ صفر ۵۸۹ھ کو اسلام کا یہ وفادار فرزند دنیا سے رخصت ہوا، وہ ایک درویش سیرت سلطان، عابد و زاہد اور سرتاپا مجاہد تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو اس نے اتنا مال بھی نہیں چھوڑا تھا کہ اس کے کفن دفن کا انتظام کیا جا سکے، کفن کا انتظام اس کے وزیر و کاتب قاضی فاضل نے کسی جائز و حلال ذریعہ سے کیا[1]، زکوٰۃ اس پر کبھی فرض نہیں ہوئی، اس لئے کہ اس نے اتنا کبھی پس انداز ہی نہیں کیا، جس پر زکوٰۃ فرض ہو۔[2]

حقیقت میں جزیرۃ العرب اور مقامات مقدسہ ہی نہیں کسی اسلامی ملک پر صلیبی، صہیونی اور کسی عسکری، فکری، لادینی حملے کا مقابلہ کرنے، مقامات مقدسہ کے تحفظ، مسجد اقصیٰ کو واپس لینے اور اسلامی اقتدار و اقدار کا عہد زرّیں کے بازگشت کے لئے ایسی ہی سیرت و کردار، ایسے ہی عزم و جرأت،

---

[1] النوادر السلطانیہ ص ۲۵۱
[2] ایضاً ص ۱۰-۵

www.abulhasanalinadwi.org

اور ایسے ہی ایمانی طاقت کی ضرورت ہے، اور آج عالمِ عربی میں اسی کا فقدان ہے، اور عالمِ اسلامی کو اسی کی ضرورت ہے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک أمراً۔

۳۔ جزیرۃ العرب اور مقاماتِ مقدسہ کے لئے تاریخِ اسلام اور تاریخِ عرب میں تیسرے خطرہ کا موقعہ جب آیا، جب شریف مکہ شریف حسین نے خلافتِ عثمانیہ اور سلطنتِ ترکی سے بغاوت کی اور وہ اتحادیوں کے ساتھ مل گئے، اور اس کا اندیشہ ہوا کہ اتحادیوں کا جزیرۃ العرب اور مقامات مقدسہ پر کہیں تسلط اور نفوذ قائم نہ ہو جائے، اور وہ اعتقادی اور فکری طور پر اس پر اثر انداز نہ ہوں، لیکن اس اقدام کے خلاف عالمِ اسلام میں بالعموم اور برصغیر ہندوستان میں بالخصوص تحریکِ خلافت کے نام سے جو زبردست تحریک پیدا ہوئی اس نے ایک طرف اتحادیوں کو قدرے محتاط بنا دیا، دوسری طرف اس نے ملتِ اسلامیہ میں بالخصوص مسلمانانِ ہند میں مغربی اقتدار ہی نہیں، مغربی تہذیب اور مغربی طرزِ زندگی کے خلاف ایسا شدید ردِ عمل پیدا کیا جس کی مثال دور دور اور دیر دیر تک نہیں ملتی، اس کو (جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے) حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ، قیام الدین مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ صاحب، رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر، امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد کی شکل میں ایسے قائد و زعیم، خطیب اور اہلِ قلم اور مجاہد و سپاہی مل گئے، جنھوں نے مسلمانوں کی نئی نسل میں زندگی، بلند خیالی، اور مغربی اقتدار و تہذیب کے خلاف نفرت و بغاوت کی ایک روح

www.abulhasanalinadwi.org

پھونک دی، ادھر اتحادی بھی دو دو عظیم جنگوں اور اندرونی مسائل میں ایسے منہمک ہوئے کہ ان کو کسی فوجی اقدام، یا سیاسی و انتظامی تسلّط کی فرصت نہیں ملی، اور اس کو مناسب نہیں سمجھا، انھوں نے ان پر صرف مغرب کے ذہنی، تعلیمی اور تہذیبی اثرات ڈالنے اور ان ملکوں سے مالی و سیاسی استحصال پر قناعت کی۔

لیکن جو سب سے بڑا نامبارک واقعہ اور مغربی طاقتوں خاص طور پر برطانیہ کی طرف سے منحوس اقدام ہوا، وہ اسرائیل کا قیام اور فلسطین کے بیشتر حصہ پر یہودی حکومت اور مسجدِ اقصیٰ پر ان کی تولیت اور قبضہ کا افسوس ناک واقعہ ہے، جو نہ صرف عالمِ عربی بلکہ پورے عالمِ اسلامی کے لئے ایک شرمناک واقعہ اور مستقبل کے لئے خطروں اور اندیشوں کا سرچشمہ ہے، اس کی بڑی ذمہ داری عرب لیگ اور اس وقت کی آس پاس کی عرب حکومتوں پر عائد ہوتی ہے، جنھوں نے اس خطرہ اور مغربی طاقتوں کے عزائم اور اسرائیل اور یہودیتِ عالمیہ اور صہیونیت کے ارادوں، مقاصد اور پروگراموں کا مطالعہ نہیں کیا،[1] وہ اس منحوس واقعہ کی سنگینی اور اس کے آئندہ خطرات کی شدّت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

لیکن اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنے اور اسرائیل کے وجود اور خطرہ سے عہدہ برآ ہونے کے لئے پھر ایک مردِ مومن ایک شیر دل مجاہد اور ایک مخلص قائد کی ضرورت ہے، جو البطل الناصر لدین اللہ سلطان صلاح الدین ایوبی کا

---

[1] نمونہ کے طور پر مطالعہ ہو پروٹوکول صہیونی عربی، اور یہودیتِ عالمیہ اردو۔

www.abulhasanalinadwi.org

کردار ادا کرے اور اُن کے نقشِ قدم پر چلے، یہ سیاسی بازیگروں اور قومیتِ عربیہ کے علمبرداروں کا کام نہیں، ایک عرب مؤرخ و فاضل اور شاعر خیر الدین زرکلی نے اُمّتِ اسلامیہ اور فلسطین کو خطاب کرکے کئی برس جو پہلے کہا تھا وہ آج بھی صادق ہے ؎

هاتي صلاح الدين ثانية فينا
وجددي حطين او شبه حطينا

(اے اُمّتِ مسلمہ اور اے فلسطین! دوبارہ صلاح الدین کو میدان میں لا، اور حطین[1] کی جنگ کو تازہ کر، یا اس سے ملتے جلتے کسی دوسرے فیصلہ کن معرکہ کو۔)

۴۔ اب اس وقت کی صورتِ حال یہ ہے کہ اندازہ ہوتا ہے کہ صلیبی عیسائیوں اور صہیونی یہودیوں نے گزشتہ تجربات کی روشنی میں اپنا طریقِ جنگ (STRATEGY) بدل دیا، انھوں نے جزیرۃ العرب اور پڑوسی عرب ملکوں پر براہ راست اقدام کرنے اور فوجی و عسکری طاقت سے اس کو فتح کرنے کے بجائے یہ حکمتِ عملی اختیار کی کہ وہ قومیتِ عربیہ کے علمبرداروں بالخصوص "البعث العربي" سے وابستگی اور شیفتگی رکھنے والے قائدین سے یہ کام لیں اور اُن کے لئے "ہیرو" بننے اور عربوں، مسلمانوں اور بالخصوص فلسطینیوں کی امیدوں کا مستقبل اور مرکزِ محبت و توجہ بننے کا سامان پیدا کریں، جس سے وہ اس کے اس مرکز میں داخل اور مؤثر بن کر

[1] فلسطین کی وہ فیصلہ کن جنگ جس میں صلیبیوں نے مکمل شکست کھائی، اور سلطان صلاح الدین بیت المقدس میں فاتحانہ داخل ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

عربوں کے ذہنی اور تہذیبی ارتداد جاہلیتِ اولیٰ کی طرف بازگشت اور دین پر عقیدہ و عمل میں ضُعف و تزلزل پیدا کر سکیں اور ہو سکے تو پھر ان کو ماقبل اسلام اور جاہلیتِ عربیہ کی طرف واپس لا سکیں[1]، جس کا یہ مغربی اور مسیحی و یہودی قائدین و مُفکرین صدیوں سے خواب دیکھ رہے ہیں، یہ منصوبہ بڑا نازک، مخفی اور عمیق ہے، اس کو سمجھنے کے لئے عالمِ اسلام اور عالمِ عربی کو ذہانت اور دُور بینی کی بھی ضرورت ہے، اور دینی و ایمانی فراست کی بھی، اور تاریخ کے عمیق و وسیع مطالعہ کے بھی، اللہ تعالیٰ اس نازک موقعہ پر ہمارے دینی و سیاسی قائدین، فکری رہنماؤں، ابلاغِ عامّہ کے ذرائع و صحافت پر اثر رکھنے والے اہلِ قلم اور خاص طور پر پُرجوش نوجوانوں کو اس کی ہمّت اور توفیق دے کہ وہ مسیحی مغرب کے مخالفِ اسلام دانشوروں اور اسرائیلی مُفکرین کی سازش کو سمجھ لیں اور اس کا شکار نہ ہونے دیں، اور اس آیت کو اپنا رہنما بنائیں۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ
وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا۔

(سورۃ الاعراف ـ ۵۸)

---

[1] اس کا خطرہ ہے کہ جیسے کویت میں ہوا، حجاز مقدّس میں بھی صدّام حسین کے اسٹیچو لگائے جائیں، اور اگر ابوجہل، ابولہب کے نام سے نہیں تو عنترہ عبسی اور حاتم طائی کے نام پر مجلسیں اور اکیڈمیاں قائم ہوں، شراب کی ممانعت ہٹادی جائے جیسا عراق اور کویت میں ہوا، اور مقدّس مقامات اور مساجد اور شعائرِ اسلام کے خلاف بھی وہ اقدامات کئے جائیں جن کا نمونہ عراق و کویت میں دیکھا جا چکا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

(جو زمین پاکیزہ (ہے) اُس میں سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے (نفیس ہی) نکلتا ہے، اور جو خراب ہے اُس میں سے جو کچھ نکلتا ہے ناقص ہوتا ہے۔)

www.abulhasanalinadwi.org